

(مشروعیت و کالت)

محفوظ احمد

قبل از اسلام وکالت

وکالت اور اس کے تفصیلی احکام اگرچہ اسلام میں پہلی مرتبہ وضع کیے گئے لیکن بعض روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل بھی وکالت کا تصور کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے جو شخص صاحب فرق الارز (چاول چھانٹنے والا) جیسا ہو سکتا ہے اسے ہونا چاہیے۔

پوچھا گیا یا رسول! یہ چاول چھانٹنے والا کون ہے، اس پر آپ نے حدیث غار (۲) کا ذکر کر کے

(١) البوداؤد، (كتاب البهوع، باب في الرجل يتجر في مال الرجل بغير اذنه) ٣٨٠٢

(۲) حدیث غار کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے تین شخص کہیں جا رہے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ بارش سے بچنے کے لیے انھوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ اتفاق سے اس پہاڑ سے ایک چٹان لڑھکی اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ پھر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کیا وہ واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے غار کا منہ کھلنے کی دعا کرو اس پر ان میں سے ایک نے کہا، ”اے اللہ میرے ماں باپ بڑھے تھے میں اپنے مونس چرانے کے بعد ان کا دودھ دھو کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پیش کرتا پھر اپنے بیوی بچوں کو پلاتا۔ ایک دن مجھے دیر ہو گئی۔ واپسی پر میرے والدین سو چکے تھے۔ میں نے انھیں جگایا انہیں۔ بچے بھوک کی وجہ سے میرے قدموں میں پڑے رو رہے تھے اور میں دودھ کا پیالہ لیے کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرا یہ کام تیری خوشنودی کے لیے قاتو غار کے منہ سے اس چٹان کو ہٹا دے۔ آپ نے فرمایا۔ اس دعا کے بعد کچھ راستہ بن گیا۔

فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص نے غار کا منہ کھل جانے کے لیے کہا کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر کرو اس پر تیسرے شخص نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک بار چاول چھانٹنے کے لیے ایک مزدور اُجرت پر رکھا جب شام ہو گئی تو میں نے اسے مزدوری دینا چاہی مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور وہ چلا گیا پھر میں نے اس سرمائے کو تجارت میں لگا دیا اور منافع سے گائیں اور ان کے چرانے والے خریدے پھر وہ کافی عرصہ بعد ملا مجھ سے کہا:

اعطنی حقی فقلت اذهب الی تلک البقر ورعاء هافخلدها فذهب۔

میرا حق مجھے دو میں نے کہا یہ گائیں اور ان کے چرواہے لے جاؤ اس پر وہ انھیں لے کر چلا گیا۔

اس روایت میں تجارت کے لیے جس وکیل کا ذکر ہے، اگرچہ اس کا تقرر باقاعدہ نہیں ہوا، البتہ صاحب فرق الارز یعنی چاول چھانٹنے والے نے بطور وکیل ہی اس سے تجارتی فوائد حاصل کیے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مزدور کی واپسی پر اس نے تمام مال اس کے سپرد کر دیا۔

ایک اور روایت جس میں وکالت کا ذکر ملتا ہے، یہ ہے ۲۳۸ء کے اواخر میں جب بت پرست بادشاہ وقیانوس روم کے تخت پر متمکن ہوا تو اس نے ایک قانون کے ذریعے مسیحی دین پر پابندی لگا دی اور لوگوں کو بتوں کی پرستش کے متعلق حکم دیا، ایک دفعہ وقیانوس (جسے رومی زبان

(بقیہ حاشیہ نمبر ۲) پھر دوسرے شخص نے دعا کی۔ اے اللہ میں اپنے چچا کی لڑکی سے بہت محبت کرتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا کہ مجھے سو دینار دے اور اپنا مقصد پورا کر۔ میں نے آہستہ آہستہ ایک سو دینار اکٹھے کیے۔ ایک روز میں اور وہ اکیلے تھے اور خواہش کی تکمیل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا اللہ سے ڈرو۔ میں کھڑا ہو گیا اور اسے چھوڑ دیا۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک یہ عمل حیرتی خوشنودی کے لیے تھا تو ہمارا راستہ بنا دیجیے۔ اس کے بعد دو تہائی راستہ بن گیا۔

اس کے بعد تیسرے شخص نے یہ دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے ”بفرق من ذرہ“ جواری پکٹی چھانٹنے کا کام لیا (مسلم کی روایت میں ”بفرق الارز“ یعنی (چاول چھانٹنے) کا کام ہے) جب میں نے اسے اس کی مزدوری دی تو اس نے وہ مزدوری لینے سے انکار کیا۔ میں نے اس جواری یا چاول کو زمین میں کاشت کیا۔ یہ فصل اتنی زیادہ ہوئی کہ اسے فروخت کر کے میں نے ایک بتل اور ایک چرواہا خریدا پھر ایک روز اس مزدور نے اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا تو میں نے کہا یہ بتل اور چرواہا لے جاؤ۔ یہ تمہارے ہیں۔ اس نے مذاق سمجھا میں نے کہا یہ مذاق نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

اے اللہ! تیرے نزدیک اگر یہ کام حیرتی رضا کے لیے کیا تو ہمارے لیے راستہ بناؤ۔ آپ نے فرمایا پھر ان کے لیے مکمل راستہ مکمل کیا۔ (ابن قاری ”کتاب البیوع“ باب اذا اشتری شیاء للعبود للعبود الذلہ ۲۹۴۱۔ ”کتاب الذکر“ باب قصہ

صحاب الغار الفلانیۃ: ۳۸۲، ۳۸۳

میں ڈیسس (Decious) کہتے ہیں) کا گزر ایشیا کو چک کی بستی فیسس (Ephesus) پر ہوا یہ وہ جگہ ہے جہاں ڈائنا دیوی کا مندر تھا اور جس کی پوجا بڑی دھوم دھام سے ہوتی تھی۔ یہاں جب قیانونس نے عیسائیوں کی پکڑ دھکڑ شروع کی تو چند نوجوان جن کی تعداد تقریباً سات تھی اپنی دولت ایمان بچانے کے لیے وہاں سے چل نکلے اور قریب ہی ایک پہاڑ کی وسیع غار میں چھپ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر طویل نیند مسلط کر دی۔

تقریباً تین سو سال کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں تو انھوں نے اپنے ایک ساتھی جس کا نام یملیخاہ (۳) بتایا جاتا ہے کہ بستی کی طرف بھیجا تاکہ ان کے لیے کھانا خرید لائے۔ (۴)

اس واقعہ میں چھ نوجوانوں کا یملیخاہ کو کھانا خریدنے کے لیے بھیجنا وکالتِ شراہ ہی کی صورت میں تھا۔ (۵)

قبل از اسلام وکالت کی ترویج کا ذکر کعبہ معظمہ کی تعمیر سے بھی ہوتا ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک پندرہ برس تھی اور خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے وقت قریش مکہ کے مابین حجرِ اسود کی تنصیب کے معاملہ میں معرکہ آرائی کی کیفیت پیدا ہونے لگی تو ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی (۶) نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص اس مسجد کے باب بنی شیبہ (۷) سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث قرار دیا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے اس دروازے سے داخل ہونے والے رسول اکرم ﷺ ہی تھے۔ آپ کو دیکھ کر تمام سردارانِ قریش نے آپ کے فیصلے کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو رسول اکرم ﷺ نے وکالت ہی کے تصور سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا۔ جس کی صورت یہ تھی کہ آپ نے حجرِ اسود کو ایک چادر میں ڈالنے کا حکم فرمایا اور تمام روساء

(۳) باقی ساتھیوں کے نام یہ ہیں۔ میکسلینا، موطنس، سنونس، سارینونس، نونوس اور کھلپونس (بہرِ کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، ۲۲:۳)

(۴) بہرِ کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، ۱۲:۳۔

(۵) ابوبکرِ خاص، احکام القرآن، دار الکتب العربیہ، بیروت، (ت۔ن) ۱۲:۳۔

(۶) ابوامیہ بن مغیرہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کا والد اور قریش میں سب سے زیادہ معرض تھا۔ اور یہ قریش کا مشیر تھا۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، تحقیق، مصطفیٰ القادری دیگر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۳۶ء، حاشیہ نمبر ۳، جلد ۱، ص: ۲۰۹)

(۷) اس دروازے کو عہدِ جاہلیت میں باب بنی عبدالمطلب اور عہدِ رسالت میں باب بنی شیبہ کہا جاتا۔ اب اسے باب السلام کہا جاتا ہے (ایضاً حاشیہ نمبر ۲)

نصب فرمایا۔ (۸)

بلکہ تمام قریشی سرداروں نے حجر اسود کی تنصیب میں خود کو حصہ دار تصور کیا۔

اس اسل کے وکلاء تجارت میں کسی نے اس قدر نفع نہیں کمایا۔ (۹)

صورت میں موجود تھا اور رسول اکرم ﷺ نے بطور وکیل تجارت خود بھی کام کیا۔

قرآن مجید اور وکالت

کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مافر طنافي الكتاب من شيئا. (١٠)

ہم نے کتاب (قرآن مجید) میں بیان کرنے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

(٨) ابن هشام، السيرة النبوية، ٢٠٩، ١.

(۹) محمد حسین بیگلر، حیات محمد، ترجمہ ابوبکی امام خان نوشیروی، علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۹ء، ص: ۱۵۰-۱۵۱)

(١٠) سورة الانعام، ٦، ٣٨

اے پیارے رسول کہہ دیجیے۔ بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس آیت کے ضمن میں علامہ ابوبکر محمد بن ابن العربی (م ۵۴۳ھ) نے لکھا:

انها نياية عن الله تعالى وو كالة في تبليغ رسالته. (۱۷)

اس آیت سے نیایت الہی اور تبلیغ رسالت میں وکالت کا اثبات ہوتا ہے۔

۲۔ وکالت کی مشروعیت کے لیے تیسری آیت یہ پیش کی جاتی ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا والمولفة قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ. واللہ علیم حکیم. (۱۸)

بے شک صدقات (زکوٰۃ) غریبوں، محتاجوں، صدقات پر متعین کارکنوں، نومسلموں کی دل جوئی، غلاموں کو آزاد کرنے، قرض داروں کے قرضہ فی سبیل اللہ (جہاد و رفاہ عامہ کے کام) اور مسافروں کے لیے ہیں یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔

ان مصارف زکوٰۃ میں سے عاملین بطور نائب اور وکیل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ومبہ الرحیلی نے لکھا ہے:

الذین یبعثہم الامام لتحصيل الزکاة بالتوکیل علی ذلک۔ (۱۹)

وہ لوگ جنہیں جاکم وقت وصولی زکوٰۃ کے لیے بھیجتا ہے وہ وکالتاً زکوٰۃ وصول کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خود زکوٰۃ لینے کے مستحق نہیں ہوتے۔

ابن قدامہ نے بھی اس آیت کو وکالت کی مشروعیت کی ضمن میں پیش کیا ہے۔ (۲۰)

۳۔ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

(۱۷) سورۃ الاعراف، ۱۷۵، ۱۷۷

(۱۸) ابن العربی، احکام القرآن، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۹۷۲ء، ۱۵۰۰، ۳

(۱۹) سورۃ التوبہ، ۶۰۹

(۲۰) ومبہ الرحیلی، التفسیر المنیر فی العقیدہ والشرعیۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۱ء، ۱۰/۲۶۷

قال اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ عليم۔ (۲۱)

آپ نے کہا کہ مجھے ملکی خزانوں پر مامور کر دو میں ان کی حفاظت کروں گا اور بے شک میں علم بھی رکھتا ہوں۔

علامہ محمد بن علی شوکانی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے وکالت کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ (۲۲)

فقہ النہ میں ہے کہ اس آیت سے وکالت کا جواز ملتا ہے۔ (۲۳)

۵۔ اسی سورت میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد بیان فرمایا ہے:

اذهبوا بقميصي هذا فالقوه على وجه ابى يات بصيرا و اتوني باهلكم اجمعين۔ (۲۴)

آپ نے فرمایا تم میری قمیص لے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو اس سے ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور باقی تمام گھر والوں کو بھی میرے پاس لے آؤ۔

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی قمیص دے کر اپنے بھائیوں کو اپنے والد گرامی کے پاس بھیجنا بھی وکالت کے جواز کو پیش کرتا ہے۔ اسی لیے علامہ ابوبکر ابن العربی اور ڈاکٹر وہبہ الزحلی نے اس آیت کو بھی جواز وکالت کی دلیل ٹھہرایا ہے اور اس ضمن میں متعدد دیگر مسائل وکالت بیان کیے ہیں۔ (۲۵)

۶۔ چھٹی آیت جسے تمام فقہانے جواز وکالت کے لیے اساس قرار دیا ہے یہ ہے:

قالوا ربكم اعلم بما لبستم فابعثوا احدكم بورقكم هذه الى المدينة

(۲۱) ابن قدامہ، المغنی، کتبہ ریاض المصنوع، ریاض، ۱۹۸۱ء، ۵/۸۷

(۲۲) سورۃ یوسف، ۵۵/۱۲

(۲۳) شوکانی، نیل الاوطار، ۹/۷

(۲۴) السید سابق، فقہ النہ، دارالکتب العربیہ، بیروت، ۱۹۷۱ء، ۳/۲۲۹

(۲۵) سورۃ یوسف، ۹۳/۱۲

فلینظر ایہا اذکی طعاما فالیاء تکم برزق منه و لیتلطف ولا

یشعرون بکم احدا۔ (۲۶)

انہوں نے کہا یہ تمہارے رب کو ہی خبر ہے کہ تم کس قدر (اس حالت میں) رہے ہو اب ان میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے اس میں تمہارے لیے کچھ کھانا لے آئے اور تمام کام خوش تدبیری سے کرے اور کسی ایک کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اصحاب کیف نے اپنا ایک وکیل مختار کھانے کی خریداری کے لیے بھیجا جسے تمام ساتھیوں کی طرف سے ان کی رقم سے کھانا خرید کر لانے کا کام سونپا گیا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابوبکر محمد بن ابن العربی فرماتے ہیں:

جواز التوکیل ذی العذر۔ (۲۷)

اس آیت سے عذر کے ساتھ توکیل کا جواز ملتا ہے۔

علامہ ابوبکر بھصا فرماتے ہیں:

فی هذه الاية دلالة على جواز الوكالة بالشرى لان الذي بعثوا به

كان وكيلا لهم۔ (۲۸)

یہ آیت وکالت بیع کے جواز پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ اصحاب کہف نے اپنے ساتھی کو بطور وکیل ہی خرید کے لیے شہر بھیجا تھا۔

ڈاکٹر وہب الزحیلی نے بھی لکھا ہے:

هذا الاية على مشروعية الوكالة۔ (۲۹)

اس آیت سے وکالت کی مشروعیت اور جواز کا اثبات ہوتا ہے۔

(۲۶) ابن العربی، احکام القرآن، دار المعرفۃ، ۳/۱۲۲۸۔ الزحیلی، التفسیر المبرر، ۱۵/۲۲۳

(۲۷) سورۃ الکہف، ۱۸/۱۹

(۲۸) ابن العربی، احکام القرآن، دار المعرفۃ، ۳/۱۲۳۱

(۲۹) بھصا، احکام القرآن، ۳/۱۲۳

۷۔ ساتویں آیت جس سے فقہاء کرام وکالت کا جواز پیش کرتے ہیں یہ ہے:

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون۔ (۳۰)
کہہ دیجیے ملک الموت تمہیں فوت کرے گا جو تمہارے لیے مقرر کیا گیا۔
پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

استدل بهذه الایة بعض العلماء علی جواز الوکالة من قوله وکل بکم۔ (۳۱)

”وکل بکم“ کے الفاظ سے بعض علماء جواز وکالت کا استدلال پیش کرتے ہیں۔

۸۔ آٹھویں آیت جس کے مفہوم مخالف سے وکالت کا جواز پیش کیا جاتا ہے یہ ہے۔

ولا تکن للخائنین خصیما۔ (۳۲)

خیانت کرنے والوں کی طرف سے نہ جھگڑیے۔

جسٹس تنزیل الرحمن نے اس آیت کا مفہوم مخالف لیتے ہوئے لکھا ہے کہ دیانت دار اور سچے لوگوں کی وکالت کی ممانعت نہیں ہے۔ لہذا وکالت شرعاً ناجائز نہیں بلکہ کسی حد تک مظلوم کی

اعانت و امداد ہے۔ (۳۳)

۹۔ ولا تجادل عن الدین یختانون انفسهم ان اللہ لا یحب من کان خوانا ائیمما۔ یستخفون من اللہ وهو معهم اذ یبیتون ملا یرضی من القول وکان اللہ بما یعملون محیطا۔ ہا انتم ہولاء جادلتم عنہم فی احیاء الدنیا فمن یجادل اللہ عنہم یوم القیامہ ام من ینکون علیہم وکیلا۔ (۳۴)

اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کیجیے جو اپنا

(۳۰) الاحطی، الشیر المبر، ۲۳۳/۱۵ (۳۱) سورۃ السجد، ۱۱/۳۲

(۳۲) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۹۳/۱۳۔ ابن العربی، احکام القرآن، ۱۵۰۰/۳

(۳۳) سورۃ النساء، ۱۰۵/۴

(۳۴) جسٹس تنزیل الرحمن ”اسلامی نظام عدل“ (خلاصہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل، پی ایل ڈی) جرنل سیکشن (جلد،

۱۹۸۷ء آل پاکستان لیگل ڈسٹریکٹ، لاہور، ۶۷/۵

ہی نقصان کر رہے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے اور بڑا گناہ کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالاں کہ وہ اس وقت ان کے پاس ہے جب کہ وہ اللہ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے اعمال کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دینی زندگی میں تو ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے روبرو قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جواب دہی کرے گا یا ان کا کام بنانے والا کون ہوگا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

فی هذا دليل على ان النيابة على المبطل والمنهم في الخصومة لا تجوز فلا يجوز لا حدان يخاصم عن احدا لا بعدان يعلم انه محقق۔ (۳۵)

ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وکالت باطل اور جھوٹ سے متہم معاملات میں جائز نہیں اور کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے فریق کی طرف سے وکالت کرے لیکن پہلے یہ یقین کر لے کہ وہ حق پر ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن سے فقہاء کرام نے وکالت کا جواز اور ان کی مختصر حدود کو متعین کیا ہے۔

احادیث نبوی اور وکالت

قرآن مجید کے علاوہ بہت سی احادیث میں بھی وکالت کا اثبات اور جواز ملنے کے علاوہ وکیل اور وکالت کا تصور بھی ملتا ہے۔ اسی بنا پر بعض محدثین نے اپنے مجموعہ حدیث میں کتاب الوکالة کے تحت کئی احادیث نقل کی ہیں۔

امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے الجامع الصحیح میں کتاب الوکالة کے تحت سولہ ابواب میں

چھبیس احادیث روایت کی ہیں۔ (۳۶)

امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) نے اپنی سنن میں باب فی الوکالۃ کے تحت ایک حدیث (حدیث عروہ بن جعد) نقل کی ہے۔ (۳۷)

امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) نے اپنی سنن میں باب فی الوکالۃ کے تحت ایک حدیث (حدیث جابر بن عبد اللہ) نقل کی ہے۔ (۳۸)

امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے السنن الکبریٰ میں کتاب الوکالۃ کے ضمن میں پانچ ابواب قائم کر کے تیرہ احادیث روایت کی ہیں۔ (۳۹)

امام حسین بن مسعود بخوی (م ۵۱۶ھ) نے شرعی السنہ میں باب التوکیل کے تحت ایک حدیث (حدیث عروہ) بیان کی ہے۔ (۴۰)

امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) نے المنشی الاخبار میں کتاب الوکالۃ کے تحت پندرہ احادیث روایت کی ہیں۔ (۴۱)

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی (م ۱۳۲۹ھ) نے اعلاء السنن کے کتاب الوکالۃ میں پندرہ ابواب قائم کیے ہیں اور ان میں پینتیس احادیث و آثار نقل کی ہیں۔ (۴۲)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الوکالۃ کے تحت درج ذیل سولہ ابواب قائم کیے ہیں:

۱۔ وکالة الشریک الشریک فی القسامة وغیرہا۔ (۴۳)

(۳۶) قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۵/۳۷۷

(۳۷) البخاری، (کتاب الوکالۃ، ۱/۳۰۸-۳۱۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی ان احادیث کے متعلق تحریر کیا ہے کہ ان چھبیس روایات میں سے چھ آثار صحابہ، چھ مطلق اور باقی موصول روایات ہیں۔ ان میں سے بارہ روایات کا ذکر اس سے قبل بھی آچکا ہے۔ امام مسلم نے پانچ روایات کے علاوہ باقی تمام روایات کی تخریج کی ہے۔ (ابن حجر، فتح الباری، ۴/۴۹۳)

(۳۸) ابوداؤد، (کتاب الاقضية، باب الوکالۃ، ۲/۵۱۱)

(۳۹) دارقطنی، سنن، (کتاب الکاتب، باب الوکالۃ، سنۃ عبداللہ ہاشم، مدینہ منورہ، ۱۹۶۶ء، ۴/۱۵۴)

(۴۰) بیہقی، السنن الکبریٰ، (کتاب الوکالۃ، دار الفکر، (ت-ن) ۶/۸۰-۸۲)

(۴۱) بخوی، شرح السنۃ، (باب التوکیل، المكتبة الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۲۱۸)

(۴۲) ابن تیمیہ، نقل الاخبار، (حدیث نمبر ۳۰۳۸-۳۰۴۲)، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۹ء، ۲/۳۷۵-۳۷۸

(۴۳) ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، ادارۃ القرآن و العلوم اسلامیہ، کراچی، (ت-ن) ۱۵/۳۰۶-۳۳۰

ایک حصہ دار کی دوسرے حصہ دار کی طرف سے تقسیم وغیرہ میں وکالت۔

۲۔ اذا وکل المسلم حربيا في دار الحرب او دار الاسلام جاز۔

اگر کوئی مسلمان دارالحرب یا دارالاسلام میں کسی حربی کافر کو اپنا وکیل بنا دے تو جائز ہے۔

۳۔ اذا ابصر الراعي او الوكيل شاة تموت او شيئا يفسد او اصلح ما يخاف عليه الفساد۔

اگر چرواہا وکیل کسی بکری کو مرتے ہوئے یا کسی شے کو خراب ہوتے ہوئے دیکھے تو وہ بکری کو ذبح کر دے یا اس شے کی اصلاح کر دے۔

۴۔ وكالة الشاهد والغائب جائزة۔

حاضر اور غائب شخص کی وکالت جائز ہے۔

۵۔ الوكالة في قضاء الديون۔

قرضہ جات کی وصولی میں وکالت۔

۶۔ اذا وهب شيئا الوكيل او شفيع قوم جاز۔

اگر کوئی شے کسی قوم کے وکیل یا سفارشی (شفیع) کو دے دی جائے تو جائز ہے۔

۷۔ اذا وکل رجل ان يعطى و لم يبين كم يعطى فاعطى ما يتعارفه الناس۔

اگر کوئی شخص کسی کو کچھ دینے کے لیے وکیل بنائے اور یہ بیان کرے کہ وہ کتنا دے پھر وہ لوگوں کے مابین متعارف مقدار میں دے دے۔

۸۔ وكالة المرأة الامام في النكاح۔

کسی عورت کے نکاح کے معاملے میں امام کی وکالت۔

۹۔ اذا وکل رجلا فترك الوكيل شيئا فاجازه الموكل فهو جائز و ان اقرضه الى اجل مسمى جاز۔

اگر کوئی شخص کسی کو اپنا وکیل بنائے اور وکیل کوئی شے چھوڑ دے پھر موکل

١٠- اذا باع الوكيل شيئا فاسدا فبيعه مردود-

۱۔ الوکالۃ فی الوقف ونفقته وان یعلم صدیقہ والیہ بالمرکوف۔
وقف اور اس کے نفقہ میں وکالت اور یہ کہ وہ اپنے دوست کو بھی کھلائے
اور خود بھی ”مکروف“ طریقے پر کھائے۔

١٢- الوكالة في الحدود-

حدود شرع میں وکالت۔

١٣- الوكالة في البدن و تعاهدتها-

قربانی کے اوٹ اور اس کے معاملے میں وکالت۔

١٣- اذا قال الرجل لو كيله صنعه حيث اواك الله قال الوكيل
قد سمعت ما قلت-

جب کوئی شخص اپنے وکیل سے کہے۔ اس کو وہاں خرچ کر، جہاں تو مناسب سمجھے اور وکیل کہے کہ میں نے تمہاری بات سن لی۔

١٥- وكالة الامين في الخزائن ونحوها- (٣٣)

خزانہ وغیرہ میں کسی امانت دار شخص کی وکالت۔

بہر حال حضور اکرم ﷺ کی متعدد ایسی احادیث ہیں جنہیں وکالت کی مشروعیت کے لیے بطور رجحان پیش کیا جاتا ہے۔ چند احادیث جن سے فقہائے کرام نے جواز وکالت کا استدلال لیا ہے یہ ہیں:

۱۔ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ حضرت عروہ بن جعد الباریؓ کو حضور

اکرم ﷺ نے ایک دینار دیا اور اس کے عوض قربانی کا جانور (۳۵) خریدنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس دینار کے عوض دو بکریاں خریدیں پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا۔ اس کے بعد ایک بکری اور ایک دینار لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

قدعاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالبرکۃ قال فکان

لواشتری التراب لربح فیہ۔ (۳۶)

یعنی آپؐ نے ان کے لیے بیچ میں برکت کی دعا دی اس کے بعد اگر وہ مٹی کو خریدتے تو اس میں بھی انھیں نفع ملتا۔

اس حدیث کے ضمن میں امام بغوی فرماتے ہیں:

یہ حدیث معاملات (یعنی خرید و فروخت) میں وکالت کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ (۳۷)

۲۔ دوسری حدیث حضرت حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہ آں حضور ﷺ نے انھیں ایک دینار سے قربانی کا جانور خریدنے کے لیے بھیجا۔ آپؐ نے ایک دینار کے عوض ایک جانور خریدا پھر اسے دو دینار میں فروخت دیا۔ ان میں سے ایک دینار کے عوض قربانی کا جانور خریدا۔ جب آپؐ ایک دینار اور ایک جانور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اس دینار کو صدقہ کر دیا اور حکیم بن حزامؓ کے لیے خیر و برکت کی دعا دی۔ (۳۸)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا اور بغرض اجازت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں خیبر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

(۳۵) ابن ماجہ کی روایت میں ایک بکری خریدنے کا ذکر ہے۔

(۳۶) ابوداؤد، (کتاب البیوع، باب فی المضارب بخلاف)، ۲/۳۸۰ ابن ماجہ، (کتاب الصدقات، باب الامین یحضر فیہ فی ریح، نورمہ، کراچی، ۱۳۸۱ء، ص: ۱۷۳)

(۳۷) بغوی، شرح الک، ۸/۲۱۸

(۳۸) ابوداؤد، ۲/۳۸۰۔ ترمذی (ابواب البیوع، باب ما جاء فی اشراط الولاء)، ۱/۱۷۱

اذا اتيت وكيلى فخذمنه خمسة عشر و سقافان ابتغى منك اية
لفصع يدك ترفوته۔ (۴۹)

خیبر میں تم میرے وکیل سے طو اور پندرہ سق کھجوریں لیتے آنا، اگر وہ تجھ
سے نشانی مانگے تو اس کے حلق پر ہاتھ رکھ دینا۔

۴۔ چوتھی حدیث بھی اسی حدیث کی طرح ہے جسے حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت ابو ہریرہؓ نے
روایت کیا ہے۔ ایک شخص ک رسول اکرم ﷺ نے خیبر کا عامل مقرر کیا۔ ایک بار وہ آپ
کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا:

اے کل تمہرے خیبر ہنا؟ فقال انا لنا خذ الصاع بالصاعین۔ (۵۰)

کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ
دوسری قسم کی دو صاع کھجوریں کے بدلے اس قسم کی ایک صاع اور تین
صاع کھجوروں کے بدلے اس قسم کی دو صاع خریدتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ایسا مت کرو پہلے کھجوریں درہم کے عوض فروخت کرو پھر درہم سے
جنب کھجور خرید لو۔

ان احادیث سے خرید و فروخت میں وکالت کا جواز ملتا ہے۔

۵۔ پانچویں حدیث میں نفاذ حدود کی وکالت کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے
پاس موجود تھے کہ آپ کے پاس دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول
اللہ! ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجیے۔ دوسرا جو اس سے زیادہ سمجھ دار
تھا اس نے بھی یہی کہا لیکن اس نے کچھ عرض کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا کہو تو
اس نے کہا:

میرا بیٹا اس شخص کے پاس مزدور تھا اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ میں نے
سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کی طرف سے صدقہ کی۔ پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو

(۴۹) ابوداؤد، (کتاب الاقضية، باب الوکالة)، ۵۱۱/۲، دار قلمی، (کتاب الکاتب، باب الوکالة)، ۱۵۵-۱۵۴/۴

(۵۰) ظہر اجمہ، اعلام السن، ۳۱۸/۱۵

انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو ایک سو ڈرے لگیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی عورت کو رجم کیا جائے گا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تمہارا فیصلہ کروں گا۔ اے شخص! تیری لونڈی اور سو بکریاں تجھے واپس ملیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور سال بھر کے لیے شہر بدر ہوگا پھر آپؐ نے حضرت انیس بن ضحاکؓ سے فرمایا:

و اغدیا انیس علی امرأة هذا فان اعترفت فارجمعها۔ (۵۱)

اے انیس بن ضحاکؓ تم صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ۔ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دینا۔

چنانچہ انیسؓ اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا جس پر عورت نے زنا کا اقرار کیا پھر حضرت انیسؓ نے اسے سنگسار کر دیا۔

اس حدیث کی تشریح میں علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

فيه الدلالة على جواز توكيل الامام في استيفاء الحدود۔ (۵۲)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حدود کے نفاذ میں امام کی وکالت جائز ہے۔

۶۔ توکیل فی النکاح کے متعلق حضرت محمد ابن سعد (م ۲۸۹ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیانؓ سے نکاح کے سلسلے میں جو اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کر گئی تھیں لیکن ان کے خاوند کے مرتد ہونے کی وجہ سے ان سے الگ ہو چکی تھیں۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کو پیغام نکاح دے کر نجاشی کے دربار میں بھیجا اور انہیں اپنی جانب سے وکیل مقرر فرمایا۔ اسی طرح حضرت ام حبیبہؓ نے حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو نجاشی کے پاس اپنا وکیل بنا کر بھیجا۔

اس طرح یہ نکاح ۴۰۰ درہم حق مہر میں جانیئین کے مختار وکلاء کے ذریعہ طے پایا۔

(۵۱) البخاری (کتاب النکاح، باب الاعتراف بالزنی) ۱۰۰۸/۲۔ مسلم (کتاب الحدود، باب حد الزنا) ۶۹/۲۔

(۵۲) ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، ۳۱۱/۱۵۔

چنانچہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو بلا کر رسم نکاح انجام دی اور حاضرین کو اپنی جانب سے کھانا کھلایا۔ (۵۳)

سنن نسائی میں روایت ہے کہ حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر عبد بن الاسد (حضور ﷺ کی پھوپھی برہ عبد المطلب کے فرزند) کا انتقال ہوا تو عدت گزرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک آدمی آپ کے پاس پیغام نکاح دینے آیا تو میں نے آپ کے اس پیغام کو قبول نہ کیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت عمر فاروقؓ نکاح کا پیغام دینے آئے تو میں نے ان سے کہا میں ایک غیرت مند اور بچوں والی عورت ہوں نیز میرے سرپرست بھی یہاں موجود نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے میری ان باتوں کا ذکر حضور اکرم ﷺ سے کیا۔ آپ نے فرمایا اے عمر پھر ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو!

آپ جو کہتی ہیں کہ میں ایک غیرت مند عورت ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ میں اس اپنے اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری جلن باقی نہ رکھے۔ آپ جو کہتی ہیں کہ میں بچوں والی عورت ہوں تو عنقریب تو خود کفیل ہو جائے گی۔ تیسری بات یہ کہ آپ کا سرپرست یہاں موجود نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تیرے سرپرست خواہ غائب ہوں یا موجود وہ اس بات کو برا نہیں مانیں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے یہ باتیں جا کر آپ کو بتائیں۔ آپ نے یہ سن کر اپنے بیٹے سے کہا:

قم فزوج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فزوجہ۔ (۵۴)

(اے عمرو! آئیے اور میرا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیجیے پھر حضرت عمرو

بن سلمہؓ نے اپنی والدہ کا نکاح حضور اکرم ﷺ سے کر دیا۔)

۸۔ اُم المؤمنین حضرت میمونہؓ سے نکاح کے لیے بھی رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابورافعؓ اور انصار میں سے ایک آدمی کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ (۵۵)

(۵۳) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، دارصادر، بیروت، (ت۔ن)، ۹۹/۸

(۵۴) سنن، (کتاب النکاح، باب نکاح الایمنہ) قدیمی کتب خانہ، کراچی، (ت۔ن)، ۷۶/۲۔ امام احمد، ۲۹۵/۶

(۵۵) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱۳۳/۸

۹۔ انعقاد نکاح ہی کی وکالت کے ضمن میں صحیح بخاری میں ایک روایت ہے:

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں اپنی ذات کو آپ کے لیے حوالے بہہ کرتی ہوں۔ آپ جیسے چاہیں کریں تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا:

قد رو جنکھا بمامنک من القرآن۔ (۵۶)

میں نے اس کا نکاح اس کے بدلے جو تیرے پاس کچھ قرآن ہے تو اس کو

پڑھائے۔ تیرے ساتھ کر دیا۔ (۵۷)

یہ چاروں روایات نکاح میں وکیل بنانے کے جواز کو پیش کرتی ہیں۔

۱۰۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے احکام کے نفاذ کے لیے بھی حضور صحابہ کرامؓ کو نیابت کے فرائض سونپے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

و کلنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوۃ رمضان۔ (۵۸)

نبیؐ نے مجھے رمضان المبارک میں زکوۃ کی حفاظت پر وکیل بنایا۔

۱۱۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں:

امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتصدق بجلال البدن

التي نحوت و بجلودھا۔ (۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ جن اذنوں کی قربانی دی گئی ہو میں ان

کے جھولوں (پالان) اور ان کی کھالوں کا صدقہ کر دوں۔

اس حدیث میں تقسیم صدقات کی وکالت کا ذکر موجود ہے۔

۱۲۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بکریاں دیں تاکہ میں انھیں

(۵۶) البخاری، (کتاب الوکالة، باب وکالة المرأة الامام)، ۳۱۰/۱۔

(۵۷) نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور کچھ لے آؤ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ گئے اور لے آئیں کوئی چیز نہیں ملی پھر آپؐ نے فرمایا۔ کیا تمہیں قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں۔ اس نے کہا ہاں تو پھر آپؐ نے قرآن مجید پڑھانے کا ذکر فرمایا (نسائی، کتاب النکاح، باب ذکر امر رسول اللہ ﷺ فی النکاح، ۶۷/۲)۔

(۵۸) البخاری، (کتاب الوکالة، باب اذا کل رجل فترک الوکیل)، ۳۱۰/۱۔

(۵۹) البخاری، (باب وکالة الشریک فی القسم)، ۳۰۸/۱۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۲۹۵ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۹ء

صحابہ میں تقسیم کردوں تقسیم کے بعد بکری کا ایک بچہ باقی رہ گیا میں نے اس کا ذکر آپؐ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا:

صنح به الت۔ یعنی اس کی تم قربانی کرلو۔ (۶۰)

اس حدیث کے ضمن میں علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

فيه دليل دلي جواز التوكيل في قسمة الصنحايا۔ (۶۱)

اس حدیث میں قربانی کی تقسیم میں وکالت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۱۳۔ ادائیگی قرض میں وکالت کا جواز بھی حدیث سے ملتا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ حضور اکرم ﷺ کے ذمہ قرض تھا۔ وہ شخص آپؐ سے وہ قرض مانگنے آیا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، اس کو وہ اونٹ دے دو۔ صحابہ کرامؓ نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا تو انھیں اس عمر سے زیادہ کا اونٹ ملا تو آپؐ نے فرمایا، وہی اسے دے دو تو اس نے کہا مجھے پورا پورا دے دیا۔ آپؐ کو اجر دے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

ان خياركم احسنكم قضاء۔ (۶۲)

تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔

اس حدیث کے ضمن میں سید سابق نے امام قرطبی کا یہ قول نقل کیا ہے:

فدل هذا الحديث مع صحته على جواز التوكيل الصحيح البدن

فان النبي صلى الله عليه وسلم امر اصحابه ان يعطوا عنه اسن

التي كانت عليه فذلك التوكيل منه لهم على ذلك و لم يكن

النبي صلى الله عليه وسلم مريضاً ولا مسافراً۔ (۶۳)

(۶۰) البخاری، (باب وکالة الشریک فی القسمة)، ۳۰۸/۱

(۶۱) شوکانی، نیل الاوطار، ۹/۷

(۶۲) البخاری، (کتاب الوکالة باب الوکالة الشاهد و الغائب جائزة)، ۳۰۹/۱۔ ایضاً، (کتاب الاستقراض، باب

حسن القضاء)، ۳۲۲/۱

(۶۳) سید سابق، فقہ الت، ۲۳۳/۳

یہ حدیث مؤکل کے صحت مند ہونے کے باوجود وکالت کا جواز پیش کرتی ہے۔ کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اتنی عمر کا اونٹ دینے کا حکم فرمایا جتنا آپ کے ذمہ تھا۔ صحابہ کا اپنا اونٹ دینا بطور وکالت تھا حالانکہ اس وقت آپ نہ بیمار تھے اور نہ ہی مسافر۔ ۱۴۔ ادائیگی قرض میں توکیل سے متعلق ایک اور روایت ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹ کے بارے میں حضرت جابرؓ سے فرمایا:

بل بعینه قد اخذتہ باربعہ دنا نیرو لک ظہرہ الی المدینۃ۔ (۶۴)

اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کر دو اور میں نے اسے چار دینار میں خریدا تھا۔ تم مدینہ تک اس پر سواری کرو پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا، اے بلال:

اقتضہ و زادہ فاعطاه اربعۃ دنانیر و زاد قیراھا۔ (۶۵)

ان کو اونٹ کی قیمت ادا کرو اور کچھ زیادہ قیمت دو۔ حضرت بلالؓ نے انھیں چار دینار اور ایک قیرا دیا۔

۱۵۔ ادائیگی قرض کے علاوہ وصولی قرض میں وکالت بھی جائز ہے۔ اس ضمن میں حضرت یعلیٰ بن امیہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إذا اتک اسلی فاعطهم ثلاثین درعا و ثلاثین بعیرا اقل من ذلک۔ (۶۶)

جب تمھارے پاس میرے وکیل آئیں تو انھیں تیس زرہیں اور تیس اونٹ یا اس سے کم دے دینا۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مانگی ہوئی چیز ادا کی جاتی ہے، فرمایا: ہاں۔ ایک روایت سے وکالت خصوصیات کا جوام بھی ملتا ہے۔

(۶۴) عثمانی، اعلام السنن، ۳۲۵/۱۵

(۶۵) قیرا ایک وزنی پیمانہ ہے جو عربوں نے اسلام سے بہت پہلے یونانیوں سے لیے۔ اس وقت قیرا کا وزن ۱۹۰ گرام کے برابر تھا (زیب پور، قیرا، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۷۸ء، جلد ۲/۱۶، ص: ۵۲۹) (۶۶) ابوداؤد، (کتب البیوع، باب فی تضمین العاریۃ)، ۵۰۲/۲، امام احمد، ۲۲۲/۳

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسلمان کذاب (۶۷) کی آمد کے قصہ میں آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمان کذاب کے پاس آئے اس وقت آپ کے ساتھ آپ کے خطیب ثابت بن قیس بن شماس (۶۸) تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ مسلمان کے پاس آئے اور اس کے ساتھیوں میں کھڑے ہو کر اس سے فرمایا:

لو سالتنی هذه القطعة ما اعطيتكها و ان تعدوا امر الله فيك

ولئن له برت ليعقرنك الله و انى لاراك الذى اريت فيه

ما ريت و هذا ثابت يجيبك عنى۔ (۶۹)

اگر تو مجھ سے اس چھڑی کا بھی مطالبہ کرے تو میں یہ تجھے نہیں دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا تیرے بارے میں جو فیصلہ ہے تو ہرگز اس سے تجاوز نہیں

کر سکتا اور اگر تو نے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ ضرور ہلاک کر دے گا اور میں

تجھے وہی بات بتاتا ہوں جو مجھے بتائی گئی ہے اور یہ ثابت ہیں جو میری

طرف سے تجھے جواب دیں گے۔

اس روایت کے مطابق اس موقع پر آپ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو اپنا وکیل

خصوصیت مقرر کیا۔

ان روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں زندگی کے مختلف شعبوں میں وکالت کا

واضح تصور موجود تھا۔ نیز ان احادیث سے وکالت کے بنیادی قواعد و ضوابط پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

آثار صحابہ اور وکالت

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے متعدد ایسے آثار بھی ملتے ہیں

(۶۷) سید کا نام ثمامہ تھا۔ یہ عام الوفور ۹ھ میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اس نے وفد کے بانی ارکان کے ساتھ دربار رسالت میں حاضری نہیں دی بلکہ غرور و تکبر اور انکار کا اظہار کیا۔ اس نے کہا اگر محمد ﷺ نے کاروبار حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کیا تو میں ان کی بیروی کروں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے مذکورہ کلام فرمایا۔ (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۸/۸۷-۹۳)

(۶۸) آپ انصار کے خطیب تھے اور عربی کے مشہور شاعر امراء القیس کے سلسلہ سے تھے۔ سورۃ الحجرات کی آیت رفیع صوت

آپ ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ابن اثیر، اسد الغابہ، ترجمہ عبدالشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۳۰۷ھ، ۲/۳۰)

(۶۹) البخاری، (کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ) ۲/۲۱۸

جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نہ صرف وکالت کے تصور سے آشنا تھے بلکہ اپنے بہت سے امور بھی اپنے وکلا کے ذریعے انجام دیتے۔ اس ضمن میں صحابہ کرامؓ کے چند آثار پیش کیے جاتے ہیں۔
۱۔ حضرت فاطمہ بن قیسؓ سے روایت ہے کہ ان کے خاوند ابو عمرو بن حفص نے انھیں تین طلاقیں دیں اور خود وہاں سے چلا گیا۔ (۷۰) پھر اس نے اپنے ایک وکیل کے ذریعے میری طرف کچھ جو بھجوائے مگر میں راضی نہ ہوئی۔ اس پر وکیل نے کہا واللہ ہم پر تیرا کوئی حق نہیں۔

فخاصمة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم في اسكني

والنفقة فلم يجعل لي سكني ولا نفقة۔ (۷۱)

پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس جھگڑے کو پیش کیا تو آپؐ نے بھی میرے لیے کوئی نفقہ اور رہائش مقرر نہ کی۔ اس اثر سے وکیل برائے ادائے نفقہ کا تصور ملتا ہے۔

۲۔ حضرت معن بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میرے والد چند دینار بغرض خیرات لے کر گھر سے نکلے۔ انھوں نے وہ دینار مسجد میں ایک آدمی کو بطور وکیل دے دیے اور میں نے اس سے وہ دینار لے لیے۔ میں یہ دینار لے کر گھر آیا تو میرے والد نے کہا، خدا کی قسم میں نے یہ دینار تمہیں دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد یہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

لک مانویت یا یزید و لک ما اخذت یا معن۔ (۷۲)

اے یزید! تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا اور اے معن جو تو نے مال لے لیا وہ تمہارے لیے حلال ہے۔

امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) نے اس اثر کو کتاب الوکالت میں اثبات وکالت کے ضمن

میں نقل کیا ہے۔ (۷۳)

(۷۰) نسائی کی ایک روایت کے مطابق ابو عمرو بن حفص ایک جہاد میں یمن کی طرف گیا تھا۔ ۱۱۸/۲

(۷۱) مسلم، (کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لانفقتہ لہا)، ۳۸۳/۱۔ نسائی (کتاب النکاح، باب خطبة الرجل اذا

ترک الخاطب او اذن له، ۴۳/۲) ایضاً باب الرخصة المصونة من بیتها، ۱۱۹/۲۔

(۷۲) البخاری، (کتاب الزکاة باب اذا تصدق علی ابنه وہ لا یשמع)، ۱۹۱/۱۔

(۷۳) ابن تیمیہ، منی الاخبار، ۲/۳۷۷-۳۷۸۔

حضرت حصین بن منذر سے روایت ہے کہ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے پاس موجود تھا کہ ولید (۷۴ء) کو لایا گیا۔ اس نے ایک روز صبح کی چار رکعتیں پڑھا دیں۔ نماز کے بعد اس نے کہا، میں تمہارے لیے نماز زیادہ کرتا ہوں۔ پھر دو آدمیوں نے ولید کے خلاف گواہی دی۔ حران نے یہ گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے۔ جب کہ دوسرے شخص نے یہ گواہی دی کہ وہ میرے سامنے قے کر رہا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا، اگر اس نے شراب نہ پی ہوتی تو شراب کی قے کیوں کرتا پھر آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

اے علی! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ۔ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؑ سے کہا، ”قم یا حسن فاجلدہ۔ اے حسن! اٹھو اور اس پر حد نافذ کرو۔“ حضرت حسنؑ نے کہا، سخت ام بھی اسے سپرد کرو جسے آپ آسان کام سونپتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے حضرت حسنؑ کی اس بات پر غصے کا اظہار کیا پھر آپ نے اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفرؑ سے کہا:

یا عبد اللہ بن جعفر قم فاجلدہ و علیعد حتی بلغ اربعین فقال
امسک۔ (۷۵)

اے عبد اللہ! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ پھر انہوں نے کوڑے لگائے اور حضرت علیؓ گنتے رہے۔ جب چالیس کوڑے پورے ہوئے تو آپ نے انہیں رکنے کو کہا۔

علامہ شمس الدین سرخسی نے کتاب الوکالۃ میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ایک فریق کی رضامندی کے بغیر وکیل مقرر کیا جاسکتا ہے۔ (۷۶)

اس اثر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وکیل ثانی بھی وکیل مقرر کر سکتا ہے۔

(۷۳) اس ولید سے مراد ولید بن عقبہ بن معیط ہے جسے حضرت عثمانؓ نے کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ پھر اسے معزول کر کے سعید بن عاص کو عامل مقرر کیا۔ (محقق عثمانی، تکملة فتح الملمہ، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۸ء) یہ یوم الفتح المکرمہ پر اسلام لایا۔ سورۃ الحجرات کی آیت، ان جاء فاسق بجا اسی کے لیے نازل ہوئی۔ جب حضور ﷺ نے اسے قبیلہ بنی مصلح کی طرف وصولی و زکوٰۃ کے لیے بھیجا تھا (ابن سعد، الطبقات الکبیر، ۶/۲۳) ابن الاثیر، اسد الغابہ، تحقیق شیخ علی محمد و دیگر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۵/۴۲۰

(۷۵) مسلم، (کتاب الحدود، باب حد الحمر)، ۲/۷۲۔

(٤٦) سرخسی، الهبوط، ٣/١٩

جس طرح حضور اکرم ﷺ نے حد زنا کے نفاذ کے لیے حضرت انیس ابن ضحاک کو وکیل بنایا اس طرح یہاں حضرت عثمانؓ نے حد زنا کے نفاذ کے لیے حضرت علیؓ کو وکیل مقرر کیا پھر حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو وکیل مقرر کیا۔ (۷۷)

۳۔ امام بیہقی (۳۵۸ھ) نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ مقدمات میں بذات خود حاضر نہ ہوتے اور آپؐ فرماتے ہر مقدمہ ایک مصیبت ہے۔ (۷۸) جو شیطان پیش کرتا ہے پس آپؐ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کو مقدمات کے لیے وکیل مقدمہ مقرر کرتے پھر جب بڑھاپے کی وجہ سے آپؐ نحیف و کمزور ہو گئے تو مجھے مقدمات کے لیے وکیل مقرر کرتے اور آپؐ فرماتے:

ما قضی لو کیلی فلی وما قضی علی وکیل فعلی۔ (۷۹)

(جو فیصلہ میرے وکیل کے حق میں ہوگا وہ میرے لیے اور جو فیصلہ میرے

وکیل کے خلاف ہوگا وہ بھی میرے لیے ہے۔)

شیخ الاسلام تقی الدین ابوالحسن علی السبکی (م ۷۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عقیلؓ (۸۰) کو حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے پاس اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۸۱) کو حضرت عثمان غنیؓ کے پاس اپنا وکیل مقرر کیا۔ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کے متعلق کہا:

(۷۷) نظیر احمد عثمانی، اعلام السن، ۳۱۱/۱۵

(۷۸) یہ آپؐ نے اس لیے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کفی بک العمان ان لا تنال مخاصما“ کسی آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے اتنی کافی ہے کہ وہ ہمیشہ بھگڑتا ہے (ترمذی، ابواب البر واصلوۃ، باب ما جاء فی المراء ۲۰/۲۰۰ ابن حجر فتح الباری، ۱۸۱/۱۳)

(۷۹) بیہقی، کتاب الوکلاء، باب الوکیل فی الخصومات، مع الحضور و الغیۃ، ۸۱/۶، ابن ابی شیبہ (کتاب البیوع، باب فی الوکالۃ فی الخصومت ”دارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۹۸۶ء، ۲۹۹/۷)

(۸۰) حضرت عقیل بن ابی طالب بن ہاشم ابوہریرہؓ حضور ﷺ کے چچا کے چچے تھے۔ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ جنگ موتہ میں آپؐ نے شرکت کی۔ آپؐ نے قریش کے کس ناموں اور ان کے تاریخی ایام کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپؐ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئے (صفی الدین غزرجی، خلاصۃ تلخیص تہذیب الکمال، المکتبۃ الانزلیہ، ساگر بل، (ت۔ن) ۲۳۸-۲۳۹۔ احمد بن حنبل، انساب الشراف، مؤسسة الاعلمی المطبوعات، بیروت، ۱۹۷۶ء، ۷۹/۷۰)

(۸۱) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ابو جعفر بن ذی الجحین حبشہ میں مہاجرین میں سے سب سے پہلے پیدا ہوئے اور ۸۰ھ کو فوت ہوئے۔ (الغزرجی، خلاصۃ تہذیب، ۳۶/۲)

ما قضیٰ له فلی وما قضیٰ علیہ فعلی۔ (۸۲)

جو فیصلہ اس کے لیے ہوگا وہی میرے لیے ہوگا اور جو فیصلہ اس کے خلاف ہوگا وہ میرے خلاف ہوگا۔

امام سبکی نے حضرت علیؑ کا یہ قول بھی نقل کیا:

ان للخصومات قحما (قال ابو زيار الكلابی القحم المہالك)
ولان الحاجة تدعوا الى التوكيل في الخصومات لانه قد يوكن
له حق او يدعى عليه حق ولا يحسن الخصومة فيه او يكره ان
يتولاها بنفسه فجاز ان يوكل فيه۔ (۸۳)

بے شک مقدمات میں ہلاکت ہوتی ہے اور ضرورت کی بنا پر مقدمات
میں وکیل بنایا جاتا ہے کیوں کہ آدمی کے حق میں حق دعویٰ کر دیا جاتا ہے
اور مقدمات میں میں بہتری نہیں ہوتی اور وہ خود اس میں براہ راست
شریک نہیں ہونا چاہتا۔ اس لیے جائز ہے کہ اس میں وکیل مقرر کیا جائے۔

۵۔ حفاظت جائیداد سے متعلق صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ
میں نے امیہ بن خلف (۸۴) سے اپنے اور اس کے درمیان یہ معاہدہ لکھوایا کہ میری وہ
جائیداد جو مکہ میں ہے وہ اس کی حفاظت کرے اور اس کی وہ جائیداد جو مدینہ میں ہے میں
اس کی حفاظت کروں گا۔ جب میں نے تحریر میں اپنا نام عبدالرحمن لکھا تو اس نے کہا میں
عبدالرحمن کو نہیں جانتا تو اپنا نام لکھ جو جاہلیت میں تھا۔ تو میں نے عبد عمر لکھا۔

بدر کے دن میں پہاڑ کی طرف نکلتا کہ اس کی حفاظت کروں جب سب لوگ سو گئے
تو اس کو بلالؓ نے دیکھ لیا وہ نکلے اور انصار کی ایک مجلس میں گئے اور کہا کہ یہ امیہ بن خلف ہے۔
اگر امیہ نجات پا گیا تو میری خبر نہیں۔ ان کے ساتھ انصار کے چند لوگ پیچھے نکلے جب مجھے یہ

(۸۲) امام سبکی، المجموع شرح المہذب تکملہ شرح المہذب، ۹۸/۱۳

(۸۳) امام سبکی، المجموع شرح المہذب تکملہ شرح المہذب، ۹۸/۱۳

(۸۴) امیہ بن خلف اسلام کا شدید ترین دشمن اور مکہ مکرمہ میں حضرت بلالؓ کا آقا تھا۔ اس نے آپ کو قبولیت اسلام کے بعد
شدید اذیتیں دی تھیں۔

خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے اس کا بیٹا ان کے لیے چھوڑ دیا۔ انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ (۸۵)

۶۔ عدالت میں کسی مقدمہ کی پیروی اور قانونی نکات کی وضاحت کے ضمن میں بھی ایک روایت ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) نے ”ازالۃ الخلقاء“ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ایک شخص قتل ہو گیا۔ فیصلہ کے لیے مقدمہ آپ ہی کے پاس آیا۔ آپ نے سماعت کے بعد طرم کو قتل کا مجرم قرار دیا اور اپنے فیصلے میں قاتل کو سزا موت سنا دی۔ فیصلے کے اعلان پر مقتول کے ورثا میں سے بعض نے اعلان کیا کہ انھوں نے قاتل کو معاف کر دیا اور اپنے حصہ سے دستبردار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت عدالت میں موجود تھے آپ نے قانونی معاملہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

كانت النفس لهم جميعا فلما عفى هذا احيا النفس فلا يستطيع ان ياخذ حقه حتى ياخذ حق غيره۔

تمام ورثہ قاتل کے خلاف اپنا حق رکھتے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور باقی دستبردار ہوں تو سب کی اتفاق رائے کے بغیر فیصلہ نافذ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی رائے سن کر آپ سے کہا پھر مقدمہ کا فیصلہ کس طرح ہو؟ آپ نے کہا:

ارى ان تجعل الدية عليه في ماله و ترفع حصه الذی عفى۔

(قاتل ورثہ کو خون بہا ادا کرے اور جس نے اپنا حق معاف کر دیا اس کا حصہ منہا کر دیا جائے۔)

پھر حضرت عمر فاروقؓ نے ان کی رائے کے مطابق فیصلہ دیا اور اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ (۸۶) اس روایت روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف گوریہ نے لکھا ہے:

(۸۵) البخاری، (کتاب الوکالت، باب اذا وکل المسلم حربیاً فی دار الحرب)، ۳۸۸/۱

(۸۶) شاہ ولی، ازالۃ الخلقاء، ترجمہ اشتیاق احمد، قدیمی کتب خانہ، کراچی، (ت۔ن)، ۳/۳۶۳، اسی طرح کی ایک اور روایت امام عبدالرزاق کی المصنف میں بھی موجود ہے۔ (کتاب العقول، باب العفو، منشورات المجلس العلمی، بیروت، ۱۳/۱۰، ۱۹۷۰ء)

مندرجہ بالا مقدمہ قتل کی کارروائی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اسلامی عدلیہ کے سربراہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک ماہر قانون (وکیل) کو عدالت کے رو برو اپنی رائے دینے کی اجازت دی، ماہر قانون نے اپنی آزادانہ رائے کے مطابق قانون کی تشریح کی اور اپنی رائے ظاہر کی۔ عدالت نے وہ رائے قبول کر لی۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ مستند ماہر قانون (ایڈووکیٹ) عدالت ہائے انصاف میں پیش ہونے اور عدالت کے سامنے مقدمہ کے قانونی نکات کی وضاحت اپنے نظریہ کے مطابق کرنے میں عدالت کی مدد کرنے کے مجاز نہیں؟ خلافت راشدہ میں ایسے بہت سے مقدمات کا ذکر موجود ہے جن میں قاضی نے ماہر قانون (وکیل) سے ماہرانہ رائے طلب کی اور مقدمات کے مختلف پہلو ان ماہرین کی رائے سے اُجاگر ہوئے۔ اگر موجودہ وکالت کے پیشے میں مناسب تبدیلیاں کر دی جائیں تو وکالت کا ادارہ مفید نتائج برآمد کر سکتا ہے۔ (۸۷)

۷۔ وکالت بیچ کے ضمن میں حضرت عمر فاروقؓ کا یہ اثر ہے۔

حضرت موسیٰ بن انسؓ کے والد انس کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو سونا چڑھا ایک برتن دیا اور فرمایا جاؤ اس کو فروخت کر دو۔ انھوں نے ایک یہودی کے ہاتھ دو گنے وزن پر فروخت کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ واپس لو۔ یہودی نے کہا، کیا میں قیمت میں اضافہ کر دوں؟ فقال له عمرو لا ابوزنه۔ (۸۸)

آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کو اس کے ہم وزن کے عوض ہی فروخت کرنا ہے۔

۸۔ حضرت حسین بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ذمہ میرے چند درہم تھے۔ میں نے ان کے پاس کچھ دینار پائے تو انھوں نے میرے ساتھ ایک قاصد بھیجا اور اس سے کہا:

إذا قامت علی سعر فاعرضا علیہ فان اخذها والا فاشتر له حقہ ثم

القبضہ ایام۔ (۸۹)

(۸۷) خلاء محمد (ایڈیٹر و مقرر) کے عہد میں عدلیہ و انتظامیہ ترجمہ محمود عالم قریشی، نقوش رسول نمبر، شمارہ نمبر ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۵ء

ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۳/۵۶۸

(۸۸) ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، ۱۵/۳۱۸

(۸۹) ظفر احمد عثمانی، اعلاء السنن، ۱۵/۳۱۸

جب یہ دینار نرغ کے مطابق (دراہم کے برابر) ہوں تو یہ دینار حسین بن سعد کو دے دینا اگر وہ دینار لے لیں تو درست ورنہ ان دیناروں میں سے ان کا حق (دراہم) خرید لینا اور وہ انہیں ادا کر دینا۔

۹۔ کفارات کی ادائیگی میں وکالت سے متعلق حضرت عمرؓ کا عمل یہ ملتا ہے۔ ایک بار آپ نے اپنے عہد خلافت میں ایک قوم کے متعلق قسم اٹھائی کہ میں انہیں کوئی عطیہ نہیں دوں گا۔ پھر ان کے حالات آپ واضح ہوئے اور آپ نے انہیں کچھ عطیہ دے دیا۔ اس پر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا:

فاذا انا فعلت ذلک فاطعم عني عشرة مساکين کل مسکين

نصف صاع من حنطة او صاعا من التمر۔ (۹۰)

جب میں نے ایسا کر دیا ہے تو اب میری طرف سے دس مساکین کو کفارہ قسم ادا کر۔ ہر مسکین کو نصف صاع تقریباً سوا دو کلوگرام) مندم یا ایک صاع کھجور دو۔

صحابہ کرام کے ان آثار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نہ صرف اسلام کے تصور وکالت سے آشنا تھے بلکہ اپنے بہت سے امور و معاملات اپنے وکلا کی وساطت سے سرانجام دیتے۔

اجماع اور وکالت

فقہ اسلامی کا تیسرا بنیادی ماخذ اجماع ہے۔ چوں کہ وکالت کی مشروعیت قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا تمام فقہاء کا وکالت کے جواز پر اجماع ہے۔ لہذا وکالت سے انکار نہ صرف قرآن و حدیث کا انکار ہے بلکہ اجماع اُمت سے بھی انکار ہوگا۔

فقہائے کرام نے کتب فقہ میں وکالت پر اجماع ہونے کا ذکر اپنی اپنی کتب میں کیا ہے۔ علامہ علاؤ الدین حنفی نے ”الدر المختار“ میں لکھا ہے:

عليه الاجماع۔ (۹۱) وکالت کی صحت پر اُمت کا اجماع ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

صح التوكيل بالكتاب والسنة والاجماع۔ (۹۲)
وکالت کی صحت قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

عبدالرحمن جزیری فرماتے ہیں:

فان اجماع المسلمين عليها من غير ان يخالف فيه احد من
المتهم۔ (۹۳)

اس کا جواز مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے اور کسی امام نے بھی اس
سے اختلاف نہیں کیا۔

فقہ الشافعی کے ممتاز فقیر خطیب الشربینی نے لکھا ہے:

انعقد الاجماع على جوازها ولان الحاجة داعية اليها فان
الشخص قديعجز عن قيامه بمصالحة كلها۔ (۹۴)

وکالت کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے کیوں کہ ضرورت اس کی متقاضی
ہے۔ اس لیے کہ انسان کبھی کبھی مصلحتوں کی بنا پر کئی امور انجام دینے سے
عاجز ہوتا ہے۔

نہایت المحتاج میں بھی وکالت کے جواز پر اجماع ہونے پر اس طرح ذکر ہے۔ (۹۵)
مالکیوں کے نزدیک بھی وکالت کے جواز پر اجماع ہے۔ چنانچہ ابوالولید محمد بن احمد
ابن رشد مالکی الاندلسی نے لکھا ہے:

انعقد الاجماع عليه۔ (۹۶)

جواز وکالت پر امت کا اجماع ہے۔

فقہ حنبلی کے مایہ ناز عالم دین ابن قدامہ نے وکالت کے متعلق لکھا ہے:

اجمعت الامة على جواز الوكالة في الجملة ولان الحاجة

(۹۳) جزیری، کتاب الفقہ، ۱۶۸/۳

(۹۲) ابن نجیم، البحر الرائق، ۱۳۱/۷

(۹۵) شمس الدین، فتاویٰ المحتاج، ۱۵/۵

(۹۴) الشربینی، مفتی المحتاج، ۲۱۷/۲

(۹۶) ابن رشد، بدایۃ المجتہد، فاران اکیڈمی، لاہور، (ت۔ن) ۲۳۶/۲۔

داعیۃ الی ذلک. (۹۷)

جواز وکالت پر امت کا اجماع ہے کیوں کہ اس کی عمومی ضرورت ہے ہر شخص کو اپنا ہر کام کرنا نہ ممکن ہے لہذا اس کی حاجت ضروری ہے۔

علامہ منصور بن یونس بھوتی فرماتے ہیں:

وہی جائزۃ اجماعاً. (۹۸)

وکالت اجماعاً جائز ہے۔

تمام فقہاء کا وکالت کے جواز پر اجماع ہی نہیں بلکہ فقہاء وکالت کے استجاب کے بھی قائل ہیں۔ جیسے علامہ الشربینی نے قاضی حسین احمد کا قول نقل کیا ہے:

بل قال القاضي حسين ان قبولها مندوب. (۹۹)

قاضی حسین (۱۰۰) کے نزدیک وکالت قبول کرنا مستحب ہے۔

عمر جد جده کے فقیہ السید سابق نے استجاب وکالت کا ذکر اس طرح کیا:

اجمع المسلمین علی جواز هابل علی استحبابها لانها نوع من

التعاون عکى البر والتقوى. (۱۰۱)

جو فقہاء وکالت کے استجاب کے قائل ہیں ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوى. (۱۰۲)

اور لوگوں کے ساتھ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی یہ حدیث بھی وکالت کا استجاب ثابت کرتی ہے۔

واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه. (۱۰۳)

(۹۷) ابن قدامہ، المغنی، ۵/۸۷۔

(۹۸) بھوتی، کشف القناع، علم الکتاب، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۳/۳۶۱۔

(۹۹) الشربینی، مغنی المحتاج، ۲/۲۱۷۔

(۱۰۰) قاضی حسین سے مراد احمد بن حسین بروی م ۳۷۰ھ ہیں آپ کا شمار عراق کے عظیم فقہاء میں ہوتا ہے۔ (حاجی غلیف،

گشף الظنون من اسمی الکتاب و الفنون، مکتبہ للمعین بیروت، (ت۔ن) ۱/۲۰۱۔

(۱۰۲) سورۃ المائدہ، ۵/۲۔

(۱۰۱) السید سابق، فتاویٰ، ۳/۲۲۹۔

(۱۰۳) امام احمد، ۲/۵۱۳۔

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں اس وقت مصروف رہتا ہے جب تک وہ اپنے
بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف خصوصیتیں اور طبیعتیں عطا فرمائی ہیں۔ کسی کو طاقت ور
بنایا اور کسی کو کمزور اس لیے ہر شخص میں تمام امور خود انجام دینے کی آمادگی و صلاحیت نہیں ہوتی اور
نہ ہی ایک شخص تمام معاملات کو پوری طرح سمجھنے اور ان سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا اس
امر کی ضرورت ہے کہ کمزور اور صلاحیت سے محروم لوگ اپنے کام ایسے لوگوں کے سپرد کریں جو ضروری
قوت اور صلاحیت کے حامل ہوں۔ لہذا اس ضرورت کے تحت وکالت قبول کرنا مستحب ہے۔

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وکالت وہ امر ہے جس کی مشروعیت اور جواز
قرآن مجید، حدیث رسول ﷺ، آثار صحابہ امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے۔ لہذا ہر وہ قابل
نیابت معاہدہ جو شرعاً مجاز ہو اور انسان خود کر سکتا ہے اس کے لیے دوسرے شخص کو وکیل یا نائب
بنانا جائز ہے۔

جناب محمد اسماعیل بدایونی کی کتاب

کیرن آرمسٹرانگ کی کتاب کا تحقیقی جائزہ

بعنوان استشرافی فریب

شائع ہوگئی

دیدہ زیب ٹائٹل، عمدہ طباعت، صفحات: ۳۲۰ قیمت ۳۰۰ روپے

ناشر: اسلامک ریسرچ سوسائٹی کراچی

Cell: 0332-2463260